عروج وزوال اُمت، قرآن کی نظر میں

حجۃ الاسلام سید حسنین عباس گردیزی

قرآن مجید کتاب ہدایت ہے اس میں بہت سارے موضوعات پر گفتگو اور بحث کی گئی ہے۔ان موضوعات میں سے ایک اہم موضوع گذشتہ اقوام اور معاشروں کے حالات ہیں۔قرآن حکیم کا ایک بڑا حصہ گذشتہ معاشروں اور قوموں کی داستان اور واقعات پر مشتمل ہے۔اس موضوع پر قرآن نے واقعات اور سر گذشتوں کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اقوام کی ترقی اور زوال کے اصول و قوانین بھی بیان کیے ہیں جو اپنے اندر آئندہ اقوام اور معاشروں کے لیے ہدایت کا عنصر لیے ہوئے ہیں۔قرآن حکیم نے ان اصول و قوانین کے لیے ''سنت'' یا'' سنن'' کی تعبیر استعمال کی ہے۔ ''سنن'' سنت کی جمع ہے۔لغت میں اس کا معنی روش، طریقہ۔اسلوب، طبیعت اور شریعت بیان کیا گیا ہے: مفسرین نے بھی لغوی معنی سے ہم آہنگ معنی مراد لیے ہیں علامہ طباطبائی تفسیر المیزان میں سنت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں : ''السنن جمع وھی الطریقه المسلوکه فی المجتمع'' یعنی: سنن، سنت کی جمع ہے اور اس سے مراد معاشرے کا وہ طریقہ کار ہے جس پر وہ چلتا ہے۔ایک اور مقام پر وہ لکھتے ہیں : ''والسنة ھی الطریقة والسیرة''[1] یعنی: معمول اور رائج طریقے کو سنت کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں دس سورتوں کی گیارہ آیات میں سولہ ١٦ مرتبہ یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔اور اس سے مراد انسان اور انسانی معاشرے کے متعلق خائق کائنات کی تبدیل نہ ہونے والی دائمی روش اور طریقہ کار ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: ''قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ''[2] ترجمہ: تم سے پہلے کچھ سنتیں گزر چکی ہیں اب تم زمین میں گھوم پھر کر دیکھ لو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ قرآن مجید ان سنتوں میں تغیر و تبدل کے امکان کو رد کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ٥ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِىْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا''[3] ترجمہ: اگر یہ کفار تم سے جنگ کرتے تو یقینا منہ پھیر کر بھاگ جاتے اور پھر انہیں کوئی سرپرست اور مددگار نصیب نہ ہوتا یہ اللہ کی ایک سنت ہے جو پہلے بھی گزر چکی ہے اور تم اللہ کے طریقے میں ہر گز کوئی تبدیلی نہیں پاؤگے۔

قرآن مجید میں ان سنن کی ایک خاصیت ان کا عمومی اور بین الاقوامی ہونا بیان ہوئی ہے : " سُنَّةَ اللهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيْلًا "[4] ترجمہ : یہ خدائی سنت ان لوگوں کے بارے میں رہ چکی ہے جو گزر چکے ہیں اور تم الہی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ اسی آیت سے ان اصول و قوانین (سنن) کا دائمی ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اب قرآن اصول و قوانین کی نسبت ذات باری تعالی کی طرف دیتا ہے اس رو سے انہیں سنن الہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

امت کے لیے حیات اور موت کا تصور

قرآن کی نظر میں ایک فرد کی طرح ہر امت اور معاشرے کی زندگی کے مختلف مراحل ہیں، ہر ایک کا انجام مشخص و معین ہے دوران اور مدت معلوم ہے، اس کا دوام اور بقاء بھی معلوم ہے اور اس کے کردار اور خصوصی نامہ اعمال کا بھی ایک معیار ہے ان مراحل کے گزرنے کے بعد آخر کار اس کی بساط زندگی لپیٹ دی جاتی ہے اور وہ قصہ پارینہ بن جاتا ہے۔ قرآن مجید متعدد آیات میں قوموں کی حیات اور موت کا ذکر کرتا ہے۔ قرآن اس سنت الہی کو بیان کرتا ہے کہ ہر امت اور ملت کے لیے خاص پروگرام ہے جس میں اس کا مطلوب یا نا مطلوب کردار، اس کی زندگی کی مدت اور موت کا وقت، اسی طرح اس کے زوال کے اسباب مندرج ہیں۔ جس کا علم پروردگار کے پاس ہے۔

اس حوالے سے ارشاد باری تعالی ہے: "وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ"[5] ترجمہ : ہر قوم کے لیے ایک مدت معین ہے جب بھی ان کی مدت ختم ہو جائے گی تو اس سے وہ لوگ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکیں گے نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ نیز ارشاد ہوا ہے: "وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ O مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ "[6] ترجمہ : "اور ہم نے کسی بستی والوں کو ہلاک نہیں کیا مگر یہ کہ اس کے لیے میعاد مقرر کر دی تھی کوئی اپنے وقت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے۔" ایک اور جگہ ارشاد ہوا ہے:
"وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ط كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا "[7]
ترجمہ : اور کوئی نافرمان آبادی ایسی نہیں ہے جسے ہم نے قیامت سے پہلے برباد نہ کریں یا اس پر شدید عذاب نہ نازل کر دیں کہ یہ بات کتاب میں لکھ دی گئی ہے۔

امتوں کا عروج وزوال

اقوام عالم اور انسانی معاشروں سے متعلق دوسری خصوصیات جسے قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ وہ ان کا عروج وزوال ہے ہر قوم اور امت کے لیے ایک عروج ہے اور پھر زوال کا اسے سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس سنت الہی کو یوں

پیش کیا گیا ہے : ''قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَO هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَO وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَO اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ط وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَO وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ [8] ترجمہ: تم سے پہلے روشیں گزر چکی ہیں اب تم زمین پر سیر کرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ یہ عام انسانوں کے لیے حقائق ہیں اور صاحبان تقویٰ کے لیے ہدایت و نصیحت ہے آگاہ ہو، تم سستی اختیار نہ کرنا مصائب پر محزون نہ ہونا اگر تم صاحب ایمان ہو تو سر بلندی تمہارے ہی لیے ہے، اگر تمہیں کوئی تکلیف چھو لیتی ہے تو قوم کو بھی اس سے پہلے ایسی ہی تکلیف پہنچ چکی ہے اور ہم تو زمانے کو لوگوں کے درمیان الٹ پلٹ کرتے رہتے ہیں تاکہ خدا صاحبان ایمان کو دیکھ لے اور تم میں سے بعض کو شہدا قرار دے اور وہ ظالمین کو دوست نہیں رکھتا ہے اور خدا صاحبان ایمان کو چھانٹ کر الگ کر دینا چاہتا ہے اور کافروں کو مٹا دینا چاہتا ہے۔

اسی طرح سورہ یونس کی آیت نمبر ۳۔اور ۴۔اور سورہ ابراہیم کی آیت نمبر ۱۴ میں اسی مطلب کو واضح کیا گیا ہے۔

عروج وزوال کے عوامل

قرآن مجید اُمتوں کی عزت و سر بلندی اور ذلت و پستی کے حقیقی علل واسباب کو بیان کرتا ہے۔قرآن ہماری اس طرف راہنمائی کرتا ہے کہ ان علل واسباب کو تلاش کرنے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ تم آسمانوں اور زمیں میں ان کا کھوج لگاؤ، انہیں قدرت اور طبیعت وعالم میں تلاش کرو بلکہ انہیں اپنے اندر ڈھونڈو اور اس کی اپنے درمیان جستجو کرو تم انہیں اپنے فکر و نظر، عقیدے، اخلاقی اور معاشرتی نظام کی بنیادوں پر تلاش کرنے کی کوشش کرو۔ تم اپنی ان چیزوں میں غور فکر کرو۔ وہ قومیں جنھوں نے تفکر وتدبر کو بروئے کار لایا، اخوت و برادری اور اتحاد کا دامن تھاما، اپنی اصلاح کے لیے پختہ عزم و ارادے سے کوشش کی وہ ترقی کی بلندیوں پر پہنچیں اور جب تلاش و کوشش کی جگہ سستی اور جمود نے لے لی جب غفلت اور جہالت علم وآگہی کی جاگزین ہوئی پاکیزگی اور تقویٰ کے مقام پر آلودگیاں اور برائیاں آگئیں تفرقہ اور گروہ بندی نے اتحاد واخوت کو پارہ پارہ کر دیا تو اس صورت حال میں فکر و نظر، اعمال اور رویوں میں اس نامطلوب تبدیلی کا نتیجہ شکت و انحطاط کی صورت میں نکلا۔قرآن ایک کلی قانون اور اصول بیان کرتا ہے جو اقوام عالم اور انسانی معاشرے کے متعلق اسلام کی نظر اور رائے کو واضح کرتا ہے ۔قرآن فرماتا ہے کہ تمہاری تقدیر ہر عامل سے پہلے اپنے تمہارے ہاتھوں میں ہے۔امتوں میں ہر قسم کی ترقی اور زوال، معاشروں کی عظمت و ذلت پہلے مرحلے میں خود ان کی طرف لوٹتی ہے۔بخت' اقبال، اتفاقات، حادثات،

ملکی حالات اور اس طرح کی دیگر چیزیں معاشروں کے عروج وزوال میں ذکر بھی موثر نہیں ہیں ان میں کوئی امر بھی امتوں کی ترقی زوال کی بنیاد نہیں بنتا یہ خود امت اور معاشرہ ہے جو اپنی خوشحالی خوش بختی اور ترقی و عروج کے بارے میں فیصلہ کرتا ہے یا وہ اپنی ہلاکت اور تباہی کو دعوت دیتا ہے اور اس کے اسباب مہیا کرتا ہے یہاں تک کہ لطف الہی اور عذاب الہی بھی معاشروں اور اقوام کے حالات کو مد نظر رکھے بغیر نہیں ہوتا۔ یہ معاشروں اور اقوام کے اپنے ارادے اور خواہشات ہیں اور ان کے اندر ہونے والی پسندیدہ اور ناپسندیدہ تبدیلیاں ہیں جو انہیں رحمت الہی یا عذاب الہی کا مستحق بنا دیتی ہیں قرآن کریم مختلف عنوانات اور مختلف مناسبتوں سے اس سنت کو بیان فرماتا ہے کہ معاشرتی تبدیلیاں اور اجتماعی انقلاب، افراد اور معاشروں کی اندرونی تبدیلیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس دائمی سنت کو متعدد آیات میں موضوع سخن قرار دیا گیا ہے۔ جنہیں چند جزئی عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ا۔ انقلاب اپنے اندر سے

قرآنی آیات کا حصہ اس حقیقت کی طرف ہماری راہنمائی کرتا ہے کہ اگر قومیں اور امتیں اپنے حالات کو بدلنا چاہتی ہیں اپنے اندر اجتماعی سطح پر بہتری اور ترقی کی خواہاں ہیں انہیں ادھر اُدھر نہیں دیکھنا چاہیے، انہیں بیرونی امداد پر امیدیں وابستہ نہیں کرنی چاہیں۔ ان کی نظریں بیرونی دنیا پر نہیں ہونا چاہیے بلکہ انہیں تبدیلی کا آغاز اپنے آپ سے کرنا چاہیے اپنی اندرونی حالت کو بدلنا چاہیے کیونکہ ہر قسم کی اجتماعی تبدیلی، اندرونی تبدیلیوں کی مرہون منت ہے ارشاد خداوندی ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ''[9] ترجمہ: بے شک کسی قوم کے حالات اس وقت تک نہیں بدلتے جب تک وہ خود اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کرے۔

دوسرے مقام پر قرآن کریم فرعونیوں کے اوج قدرت اور شان و شوکت کے بعد عبرتناک زوال کو ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''كَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ كَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوۡبِهِمۡ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِO ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمۡ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعۡمَةً اَنۡعَمَهَا عَلٰی قَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ''[10] ترجمہ: (مشرکین کے) اس گروہ کی حالت آل فرعون اور ان سے پہلے والوں کی طرح ہے انہوں نے آیات الٰہیہ کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان گناہوں کے سبب گرفت میں لے لیا کہ اللہ قوی بھی ہے اور سخت عذاب دینے والا بھی۔ یہ اس لیے کہ خدا کسی قوم کو دی ہوئی نعمت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے تئیں بدل نہ دیں بے شک اللہ سننے والا بھی ہے اور جاننے والا بھی ہے۔

۲۔ عمل اور رد عمل

آیات کی یہ قسم اس واقعیت سے پردہ اٹھاتی ہے کہ ہر امت اور معاشرے کی سعادت یا ہلاکت ان کے شائستہ یا مناسب عمل و کردار کا نتیجہ ہے اس سعادت اور ہلاکت کی بازگشت قوانین اور سنن الہی کی روشنی میں خود انہی کے کردار عمل کی طرف ہوتی ہے۔ سعادت و خوش بختی اور اسی طرح ذلت و رسوائی اور ہلاکت و تباہی ان کے اعمال کا رد عمل ہے اور یہ ایک کلی اصول ہے جو تمام معاشروں اور اقوام کے درمیان کارفرما ہے۔ ارشاد الہی ہے:۔

''اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا''[11]

ترجمہ: اگر تم نیک عمل کروگے تو اپنے لیے اور بُرا کروگے تو بھی اپنے لیے۔

''عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا''[12]

ترجمہ: امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہیں بخش دے لیکن اگر تم نے دوبارہ خرابی کی تو ہم سزادیں گے۔

''مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ''[13]

ترجمہ: جو کفر کرے گا وہ اپنے کفر کا ذمہ دار ہوگا اور جو نیک عمل کرے گا وہ اپنے لیے راہ ہموار کرے گا۔

''مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا''[14]

ترجمہ: جو بھی نیک عمل کرے گا وہ اپنے لیے کرے اور جو بُرا کرے گا اس کا وبال اسی پر ہوگا۔!

''قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ''[15]

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ اے میرے ایمان دار بندو! اپنے پروردگار سے ڈرو جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لیے اچھائی ہے۔

۳۔ انسانی اعمال کے مقابلے میں عالم طبیعت کا رد عمل

آیات کا یہ حصہ جہاں، عالم طبیعت کے اجزاء و ذات کے خصوصی شعور و ادراک پر دلالت کرتا ہے۔ وہاں انسان اور عالم طبیعت کے درمیان ایک خاص قسم کے رابطے کی نشان دہی کرتا ہے۔ اور اس رابطے کو سنت الہی کے طور پر متعارف کراتا ہے:۔ ارشاد پروردگار ہے: ''وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ''[16] ترجمہ: "اور اگر اہل قریہ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان کے لیے زمین اور آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے

انہیں ان کے اعمال کی گرفت میں لے لیا۔" ایک اور جگہ ارشاد ہے: ”وَّاَنْ لَّوِاسْتَقَامُوْاعَلَی الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا “ [17] ترجمہ: اور اگر یہ سب لوگ ہدایت کے راستے پر ہوتے تو ہم انہیں وافر پانی سے سیراب کرتے۔

۴۔ ہر امت اور معاشرہ اپنے عمل کا گروی ہے

اس حقیقت کو قرآن نے ”عمل“، ”کسب اور سعی“ وغیرہ کے الفاظ سے واضح کیا ہے: ”تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ“[18] ترجمہ: "یہ قوم تھی جو گزر گئی انہیں وہ ملے گا جو انہوں نے کمایا اور تمہیں وہ ملے گا جو تم کماؤ گے۔" نیز ارشاد فرمایا: ”وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ“[19] ترجمہ: "اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو ان کے اعمال کی بنا پر بعض پر مسلط کر دیتے ہیں۔" اسی طرح فرمایا: ”وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْ سَانِ اِلَّا مَا سَعٰى“ [20] ترجمہ: اور انسان کے لیے ہے جتنی اس نے کوشش کی۔

۵۔ فلاح ونجات تزکیہ اور تعمیر کردار میں ہے

آیات کی پانچویں قسم یہ اصول بیان کرتی ہے کہ ہر فرد کی دنیا وآخرت میں فلاح ونجات اقدار کی پاس داری اور اس کے متضاد امور سے پاکیزگی اور طہارت میں مضمر ہے۔ دلوں کی پاکیزگی، نفوس کی طہارت، نظریات وافکار کی پاکیزگی، گفتار و کردار کا طاہر ہونا ہی کامیابی کا ضامن ہے اور اسے بقاو دوام حاصل ہو سکتا ہے۔ انبیا الہیٰ کا عظیم فریضہ افراد اور معاشرہ کو ہر قسم کی آلودگیوں اور پلیدگیوں سے پاک کرنا اور انہیں طاہر بنانا ہے۔ اس مطلب کو قرآن مجید نے مختلف مقامات پر بیان فرمایا: ”قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا“[21] ترجمہ: بے شک وہ کامیاب ہو گیا جس نے نفس کو پاکیزہ بنالیا اور نامراد ہو جس نے اسے آلودہ کر دیا۔

اگر ایسا نہ ہوا تو پھر ہلاکت، ذلت وخواری ان کا مقدر ہوگی اس حقیقت کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے: ”ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ“[22] ترجمہ: لوگوں کے اعمال کے باعث فساد خشکی اور تری ہر جگہ غالب آگیا تاکہ خدا انہیں ان کے کچھ اعمال کا مزا چکھا دے۔ شاید یہ لوگ راستے پر پلٹ آئیں آپ کہہ دیجیے کہ ذرا زمین میں گھوم پھر کر دیکھو کہ تم سے پہلے والوں کا کیا انجام ہوا جن کی اکثریت مشرک تھی۔

۶۔ امتوں کے انحطاط اور ترقی کے عوامل

امتوں کا انحطاط اور ترقی پہلے مرحلے پر ان کے خالق کائنات کے ساتھ ارتباط کی کیفیت پر منحصر ہوتا ہے اگر کسی امت نے اپنے پروردگار کی صحیح معرفت حاصل کی، فکر و نظر اور عملی لحاظ سے اس پر ایمان لے آئی اور صراط مستقیم کو

اپنے لئے منتخب کیااور تقویٰ کو اپنا شعار بنایا تو ایسی امت یقینا ترقی کرے گی۔اور اگر حق کا انکار کیا اور آیات الٰہی کے مقابلے پر سرکشی کو زوال و سقوط اس کا مقدر ہوگا۔ قرآن اس حقیقت کی نشان دہی کرتا ہے کہ وحی کی تکذیب، ہٹ دھرمی اور عناد و کفر اختیار کرنا، آیات الٰہی کے سامنے متکبرانہ رویہ اپنانا اور ان کے مقابلے میں سرکشی کرنا، حق سے روگردانی، معبود حقیقی اور یکتا کے علاوہ سرپرست اور معبود بنانا، مشرکانہ عقائد رکھنا اور عملی طور پر شرک کرنا، پیغمبروں کی تحریک اور تعلیمات کے سامنے سرکشی اور ان کے خلاف ڈٹ جانا، عصیان، گناہ، برائیوں کا رواج اور ہوا پرستی امتوں اور معاشروں کے انحطاط کے موجب ہیں اب ان عنوانات کے بارے میں قرآن کی چند آیات بیان کی جاتی ہیں۔

ا۔ تکذیب آیات :

آیات قرآنی کا ایک حصہ تکذیب آیات عناد و تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے کفر کا راستہ اختیار کرنے کو انحطاط و تنزل کا سبب قرار دیتا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے: ''ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْ بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ''[23] ترجمہ: "یہ اس قوم کی مثال ہے جس نے ہماری آیات کی تکذیب کی پس آپ ان قصوں کو بیان کریں شاید یہ غور و فکر کرنے لگیں کس قدر بُری مثال ہے اس قوم کی جس نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور وہ لوگ اپنے ہی نفس پر ظلم کر رہے تھے۔"

سورہ قمر میں بعض اُمتوں اور ان کے پیغمبروں کے حالات اور اُمتوں کی طرف سے ان کی تکذیب اور س کے نتیجے میں ان کے عبرتناک انجام کو بڑی صراحت سے بیان کیا ہے: ''كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ o'' ''اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ''[24] ترجمہ: اور قوم عاد نے جھٹلایا تو ہمارا عذاب اور ڈرارنا کیسا رہا ہم نے ان پر تند و تیز آندھی بھیج دی ایک مسلسل نحوست والے منحوس دن میں۔

۲۔ مستکبرانہ رویہ

بعض آیات قرآن کے سامنے مستکبرانہ رویے کو زوال کا عامل گردانتی ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے: ''وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سَابِقِيْنَ ه فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِه''[25] ترجمہ: اور قارون و فرعون و ہامان کو بھی یاد دلاؤ جن کے پاس موسیٰ کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے تو ان لوگوں نے زمین میں استکبار سے کام لیا حالانکہ وہ ہم سے آگے بڑھ جانے والے نہ تھے پھر ہم نے ایک کو اس گناہ میں گرفتار کرلیا۔

۳:۔ غیر خدا کو اپنا سرپرست اور ولی بنانا:

قرآن مجید سورہ عنکبوت میں بعض سرکش اور نافرمان امتوں کے دردناک اور افسوس ناک انجام کو بیان کرنے کے بعد ایک خوب صورت اور گویا مثال کے ذریعے ایک کلی اصول بیان کرتا ہے کہ جو اُمت اور خدائے واحد کے علاوہ کسی اور کو اپنا ولی سرپرست مانے گا در حقیقت اس نے کمزور ترین سہارا ڈھونڈا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ''مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ'' [26] ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے سوا سرپرست بنائے وہ مکڑی کی طرح ہیں جس نے گھر بنایا اور کمزور ترین گھر مکڑی کا ہے اگر یہ لوگ جانتے ہوتے۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے دیتے ہیں اور ان میں غور وفکر نہیں کرتے مگر علماء۔۔۔

۴۔بنیادی ترین عامل ''ظلم'' ہے

عدل وانصاف کے راستے سے انحراف اور ظلم وستم کا ارتکاب امتوں کے زوال اور ہلاکت کا بنیادی ترین عامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکیمانہ سنت کی تائید گہرے عقلی اور معاشرتی اصولوں کے ساتھ ساتھ تاریخی تجربات اور واقعات بھی کرتے ہیں۔ قرآن کی بہت سی آیات اس حقیقت کو روشن کرتی ہوئی نظر آتی ہیں: ''وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ'' [27] ترجمہ: "بتحقیق ہم تم سے پہلے کئی امتوں کو جب انہوں نے ظلم کیا، ہلاکت سے دوچار کر چکے ہیں ان کے پاس روشن دلائل کے ساتھ ان کے رسولؑ آئے اور وہ ایمان نہیں لائے ہم اسی طرح مجرم قوم کو سزا دیا کرتے ہیں۔" ایک اور جگہ ارشاد ہے: ''وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ'' [28] ترجمہ: "ہم نے کتنے شہروں اور آبادیوں کو ان کے ظلم کی بنا پر تباہ وبرباد کیا ان کے بعد دوسری قوم کو وہاں آباد کیا۔" نیز ارشاد ہوا: ''وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ'' [29] ترجمہ: "ہم نے کسی شہر اور آبادی کو نابود نہیں کیا مگر یہ کہ اس کے باسی ظالم اور ستم گر تھے۔" اسی طرح قرآن مجید کی دیگر متعدد آیات اقوام عالم کے ظلم وستم اور ان کے عدل وانصاف کو پائیمال کرنے کو ان کی ہلاکت اور نابودی کا عامل بتاتی ہیں۔[30]

۵۔اجتماعی فریضے دعوت حق کا انجام نہ دینا اور اعلیٰ انسانی اقدار کی ترویج نہ کرنا:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک اجتماعی فریضہ ہے۔اس کے ذریعے سے فرائض الٰہی قائم ہوتے ہیں اور برائیوں کا خاتمہ ہوتا ہے اعلیٰ انسانی اقدار کی ترویج ہوتی ہے اور انسانیت کے خلاف اور معاشروں کی تعمیر وترقی میں

رکاوٹ بننے والے امور کی روک تھام ہوتی ہے۔ قرآن مجید پیغمبر اکرمؐ کی عظمت اور شخصیت کو فرماتا بیان ہے: يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ[31] ترجمہ: یہ نبی انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے۔برائی سے روکتا ہے پاکیزہ چیزیں ان کے لیے حلال قرار دیتا ہے۔ ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے اور ان کے کاندھوں سے بوجھ ہلکا کرتا ہے اور تمام طوق زنجیروں سے انہیں رہائی دلاتا ہے جھنوں نے ان کے جسم اور فکر کو جکڑ دیا تھا۔

قرآن مجید بہترین اُمت کے عنوان سے ایسی اُمت کا تعارف کراتا ہے جو ہمیشہ اپنی اصلاح وخودسازی کے ساتھ ساتھ دوسرں کی اصلاح و بھلائی کے لیے حق کی دعوت دیتی ہے ،اچھائیوں کا حکم دیتی ہے اور غیر انسانی اقدار کو معاشرے میں پھیلنے سے روکتی ہے اور پلیدگیوں اور گناہوں کے خلاف اچھے انداز میں جہاد کرتی ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط [32] ترجمہ: تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کو معروف کا حکم دیتی ہو اور منکرات سے منع کرتی ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہے۔

آخر کار حقیقی کامیابی اور فلاح ان لوگوں کو حاصل ہوگی جو معاشرے میں نماز کو برپا کریں گے لوگوں کے مالی حقوق ادا کریں گے اور معاشرے سے برائیوں کا خاتمہ کریں گے اور نیکیوں کو رواج دیں گے۔ ارشاد رب العزت ہے: اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ[33] ترجمہ: وہ لوگ ایسے ہیں کہ جنہیں جب زمین پر صاحب اقتدار بنایا گیا تو انہوں نے نماز قائم کی، زکوۃ ادا کی نیکی کا حکم دیا اور بدی سے روکا اور ہر چیز کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہی ہے۔

۶۔ تفرقہ اور اختلاف

ایک قوم اور معاشرے کے لیے بُری ترین آفت تفرقہ ہے۔ قرآن مجید نے اپنی متعدد آیات میں اتحاد اور وحدت کی دعوت دیتے ہوئے اور اختلاف وانتشار کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے ضمناً اس بات کو بھی واضح کیا ہے کہ لڑائی جھگڑا، جدائی اور افتراق معاشرے کے زوال کا سبب ہے۔اس بلا کی وجہ سے افراد اور امت کی توانائیاں رائیگاں ہوتی ہیں اور ان سے کوئی مثبت فائدہ حاصل نہیں ہوتا، قران فرماتا ہے: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ[34] ترجمہ: سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو۔ اللہ نے جو نعمت تمہیں عطا فرمائی ہے اس کی یاد سے غافل نہ ہو

جانا، تمھارا حال یہ تھا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ نے تمھارے دلوں میں محبت ڈال دی پس تم اس کے فضل وکرم سے بھائی بھائی بن گئے اور تم لوگ آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے پس اس نے تمہیں بچالیا اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات کھول کھول کو بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

مزید فرماتا ہے : وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ[35] ترجمہ: اور یہ میرا راستہ ہے اس کی پیروی کرو اور دوسرے مختلف راستوں پر مت چلو کیونکہ وہ تمہیں اس کے راستے سے جدا کردیں گے یہ وہ بات ہے جس کی خدا تمہیں تاکید کرتا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے : وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ ترجمہ: اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور آپس میں لڑائی اور جھگڑا نہ کرو تاکہ کمزور اور کم ہمت نہ ہو جاؤ اور تمہاری ہوا نہ اکھڑ جائے۔[36]

*****

حوالہ جات

1۔ تفسیر المیزان ج ۴ ص ۳۱

2۔ آل عمران آیت ۱۳۷

3۔ الفتح آیت ۲۲، ۲۳

4۔ الاحزاب آیت ۶۲

5۔ الاعراف آیت ۳۴

6۔ الحجر آیت ۴، ۵

7۔ بنی اسرائیل آیت ۵۸

8۔ آل عمران آیت ۱۳۷، ۱۴۱

9۔ الرعد آیت ۱۱

10۔ الانفال آیت ۵۲، ۵۳

11۔ بنی اسرائیل آیت ۷

12۔ بنی اسرائیل ۸

13۔ الروم آیت ۴۴

14۔حٰم سجدہ آیت ۴۶

15۔الزمر آیت ۱۰

16۔الاعراف آیت ۹۶

17۔الجن آیت ۱۶

18۔البقرہ آیت ۱۳۴

19۔یونس آیت ۲۳

20۔الانعام آیت ۱۲۹

21۔الشمس آیت ۹۔۱۰؛ طٰہٰ آیت ۶۰؛ النازعات آیت ۳۷،۴۰ ؛النجم آیت ۳۹

22۔الروم آیت ۴۱، ۴۲

23۔الاعراف آیت ۱۷۶، ۱۷۷

24۔القمر آیت ۱۸، ۱۹

25۔العنکبوت آیت ۴۰، ۳۹

26۔العنکبوت آیت ۴۱، ۴۳

27۔یونس آیت ۱۳

28۔انبیاء آیت ۱۱

29۔ قصص آیت ۵۹

30۔حج آیت ۴۵ ؛ ہود آیت ۱۱۷ ؛ کہف آیت ۵۹؛ اعراف آیت ۵۔۴

31۔اعراف آیت ۱۵۷

32۔آل عمران آیت ۱۱۰

33۔حج آیت ۴۱

34۔آل عمران آیت ۱۰۳

35۔انعام آیت ۱۵۳

36۔انفال آیت ۴۶